سلسلہ دعوات عبدیت کے

جلد دوم کا تیسرا وعظ

علاج الکبر

حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ عالم ربانی مولٰنا و مقتدانا حاجی حافظ
قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی فاروقی چشتی حنفی قدس سرہ

بہ تصحیح

محمد سراج الحق مچھلی شہری

ناشر:- مکتبہ جامی و اخوانہ حسن منزل الہ آباد ۳

باہتمام

عبد المجید اسرار کریمی پریس الہ آباد میں چھپا

ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۵۵ء

فہرست مضامین وعظ علاج الکبر

دعواتِ عبدیت جلد دوم کا تیسرا وعظ

ملقّبُ بہ علاجُ الکبر

اَینَ	مَتیٰ	کَم	کَیفَ	مَاذا	مَن ضَبطَ	اَلْمُستَمِعُونَ	اَشتَاتُ
کہاں ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تعداد	متفرقات
تھانہ بھون مکان حضرت مولانا صاحب	۲۳ صفر ۱۳۳۸ھ موسم برسات	ایک گھنٹہ ۷ منٹ	بیٹھ کر	علاج الکبر	حکیم محمد مصطفٰی صاحب بجنوری	۵ یا ۶	بہ فرمائش ہمشیرہ حکیم محمد مصطفٰی صاحب

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ و نشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا و مولانا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اِس آیت میں حق سبحانہ تعالیٰ نے خاص اپنی ایک صفت بیان فرمائی ہے کہ اگر اُس کو انسان نظر میں رکھے تو کل مفاسد اُس سے الگ رہیں۔ خلاصہ اِس کا معرفتِ تعلق انسانی ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ ظاہر ہے کہ تعلق امر نسبتی ہے جو طرفین کو چاہتا ہے ایک طرف حق تعالیٰ ایک طرف بندہ۔ تو اِس تعلق کے پہچاننے کا طریق دو معرفتوں کا جمع کرنا ہے۔ معرفت حق تعالیٰ کی اور معرفت اپنے نفس کی اور ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ تلازم بھی ہے اگر حق تعالیٰ کو پہچان لیا جائے تو نفس کی پہچان ہو جائے گی اور اگر نفس کا علم ہو جائے تو معرفت حق تعالیٰ ہو جائیگی۔ اسی واسطے کہا گیا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ (جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا تو اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا) (سراج) اور پہلی معرفت دوسری معرفت سے اِس لئے اہم ہے کہ نفس تو حاضر ہے اور اللہ غائب

[illegible]

اور غائب کا پہچاننا مشکل ہے حاضر سے اس اہمیت کے سبب ہی اس آیت میں اسی کی تعلیم کی گئی ہے کہ اس میں اپنی ایک صفت ذکر فرمائی کہ اسکی صفت کبریاء ہے جو تمام صفات کے درجۂ کمال کو شامل ہے اور معنی اس کے بڑائی کے ہیں جس کو حق تعالیٰ نے اپنے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور جب یہ حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے تو دوسرے میں نہ ہونی چاہئے اور بندے میں اس کی بالکل نفی ہونی چاہئے سو جب تک یہ معرفت محفوظ رہے گی حاشا وکلا جو کوئی مفسدہ بھی ہونے پائے اور جب یہ معرفت نہ رہے گی اور بندہ صفتِ کبریاء کو اپنے اندر لینا چاہے گا تو جو کچھ بھی خرابی مضرتیں اور عیوب پیدا ہوں کم ہیں۔

کبر تمام عیوب کی جڑ ہے

اور واقع میں یہی ایک صفت کبر ہے کہ جڑ ہے تمام مفاسد کی حتیٰ کہ شرک کی بھی۔ دنیا میں جو کوئی بھی کافر ہوا ہے وہ کافر نہیں ہوا مگر اپنے نفس کے کبر سے ورنہ حق مخفی نہیں رہتا۔ قرآن میں ہے وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا الخ (انھوں نے ان چیزوں کا سخت انکار کیا ظلم اور علو کی وجہ سے) ظلم اور علو کو سبب فرمایا ہے جحد کا علو اور کبر ہم معنی ہیں ابو طالب کو ایمان سے کس نے روکا صرف عار نے یوں کہا کہ مرتے وقت ایمان لاؤں گا تو قوم میری کہے گی ابو طالب دوزخ سے ڈر گیا۔ اس کی حقیقت یہی تو ہے کہ جو رفعت قوم پر حاصل ہے وہ نہ رہے گی اس رفعت نے پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ کام تمام ہی کر دیا اور کبر کا وجود کسی ایک گروہ میں نہیں بلکہ یہ وہ عام مرض ہے کہ کم و بیش ہر طبقہ کے لوگ اس میں مبتلا ہیں اور دوسرے عیوب میں تو اکثر جاہل لوگ پھنسے ہوتے ہیں تعلیم یافتوں میں وہ عیب کم ہوتے ہیں کیونکہ وہ اُن کے بُرے نتائج کو جانتے ہیں لیکن اس میں جاہل عالم سب کم و بیش مبتلا ہیں۔

کفر و شرک کا منشا بھی کبر ہے

مشرکینِ عرب تو جاہل تھے اب اُس گروہ کو دیکھئے جو تعلیم یافتہ کہلاتا تھا یعنی اہل کتاب اُن کو بھی ایمان لانے میں جو حارج ہوا سو وہی کبر۔ اس مختصر بیان سے بقدر کفایت اس کی توضیح ہو گئی کہ کفر و شرک کا مبنیٰ ہمیشہ کبر ہے۔ اب غور کر کے دیکھئے تو یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ اور بہت سے معاصی کا منشا بھی کبر ہی ہے جو کفر و شرک سے نیچے ہیں۔ ایسے گناہ کبر سے اس طرح ہوتے ہیں کہ گنہگار اپنے بُرے عمل کو صرف اس عار کی وجہ سے نہیں چھوڑتا کہ لوگ کہیں گے کیا اتنے روز سے یہ احمق رہا اس کام کو ہمیشہ سے کیوں کرتا رہا جو اب چھوڑنا پڑا۔ اس شخص نے عیب حماقت سے اپنے نفس کو بچایا۔ یہی کبر بڑا مرض ہے اور علاج بالضد ہوا کرتا ہے۔ یہ مرض پیدا ہوا

کبر کا علاج

عدم معرفت کبریاء حق (خدا کی بڑائی نہ پہچاننے سے) مرض سے تو علاج معرفت کبریاء حق ہو گا یعنی عظمت حق تعالیٰ کی۔ اس کو حق تعالیٰ نے آیت میں بلفظِ حصر اپنے واسطے ثابت کیا ہے وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ

یعنی اُسی کے واسطے ہے عظمت۔ بلاغت کے قاعدے سے لہٗ کو مقدم کرنے کا یہی مطلب ہے کہ عظمت مخصوص ہے ذات باری تعالیٰ کے ساتھ یہ صفت دوسرے میں بالکل نہیں ہوسکتی نیز یہ نہیں فرمایا وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ الْعُظْمٰى کہ بڑی عظمت تو حق تعالیٰ کے لئے ہے اور چھوٹا موٹا کوئی حصہ اُس کا دوسرے کے لئے بھی ثابت ہے بلکہ مطلق کبریاء کو دوسرے سے نفی کر دیا اسی کو حدیث میں اس لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے العظمة ازاری والکبریاء ردائی فمن نازعنی فیہما قصمتہ۔ یعنی عظمت میرا تہبند ہے اور کبریاء میری چادر ہے جو کوئی ان دونوں کو مجھ سے چھیننا چاہے گا میں اُس کی گردن توڑ دوں گا۔ چادر اور تہبند فرمانا کنایہ ہے خصوصیت سے معنی یہ ہوئے کہ یہ دونوں صفتیں خاص ہیں میرے ساتھ دوسرا کوئی مدعی ہوگا تو میں اُس کو سزا دوں گا۔ جب کبریاء حق ہوا باری تعالیٰ کا تو اپنے نفس میں اُس کا رکھنا مساوات ہوئی باری تعالیٰ کے ساتھ۔ اور دیگر معاصی کے لئے تو حدود ہیں کہ جب تک اُن تک نہ پہنچے معصیت نہیں ہوتی، مثلاً کھانا کہ جب تک اتنا زیادہ نہ ہو کہ موجب ہو جائے مرض کا اُس وقت تک مباح ہے یا بھوکا رہنا کہ جب تک سبب نہ ہو جائے ہلاکت کا جائز ہے۔ مگر کبر وہ معصیت ہے کہ اُس کے لئے کوئی حد نہیں بلکہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یدخل الجنة من کان فی قلبہ مثقال ذرة من کبر۔ یعنی جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔ بلکہ ایک حدیث میں اس سے بھی زیادہ تشدد ہے۔ اخرجوا من النار من کان فی قلبہ مثقال ذرة من ایمان یعنی قیامت کے دن حکم ہوگا کہ جس کے دل میں ایک ذرہ بھر بھی ایمان ہے اُسے دوزخ سے نکال لو اس کو پہلی حدیث سے ملائیے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ وہاں فرماتے ہیں ایک ذرہ بھر کبر جس کے دل میں ہے جنت میں نہ جائے گا۔ یہاں فرماتے ہیں ایک ذرہ بھر بھی ایمان جس کے دل میں ہے جنت میں جائے گا اِس سے صاف یہ بات نکلتی ہے کہ ذرہ بھر کبر بھی جس دل میں ہے اُس میں ذرہ بھر ایمان نہیں ہوسکتا۔ اور ذرہ بھر ایمان جس دل میں ہے اُس میں ذرہ بھر کبر نہیں ہوسکتا ہے۔ دونوں بالکل نقیضین ہیں۔ گو اس کی توجیہ یہ ہے کہ جنت میں جانے کے وقت ذرہ بھر کبر نہ ہوگا لیکن آخر اس سے بھی تو اس صفت کا منافیٔ ایمان کسی درجے میں ہونا ثابت ہوا۔ اب سمجھ لو کہ کبر کس قدر سخت معصیت ہے اور ہونا ہی چاہئے کیونکہ سب سے بڑا گناہ کفر ہے اور کبر خود اُس کی بھی اصل ہے اور کفر اس کی فرع۔ تو مسلمان کو چاہئے غور کیا کرے کہ اُس کے دل میں کبر ہے یا نہیں۔ مگر ہماری تو عادت ہو گئی ہے کہ سوچتے ہی نہیں ورنہ معلوم ہو جاتا کہ نہ دیندار ہمارے خالی ہیں کبر سے نہ

دُنیا دار خالی ہیں کبر سے۔ جو دیندار کہلاتے ہیں وہ دین کے پیرایہ میں اس میں گرفتار ہیں اور جو دُنیا دار ہیں اُن کو خبر ہی نہیں کہ کبر کوئی چیز ہے یا نہیں۔ چنانچہ دیندار لوگ نماز پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کہ ہم دُنیا داروں سے اچھے ہیں جتنی ترقی اُن کو نماز پڑھنے سے ہوتی ہے اُس سے زیادہ تنزّل اِس پندار سے ہوتا ہے دین کے ساتھ ساتھ بدترین دُنیا اُن کے قلب میں جگہ پکڑے ہوئے ہے۔ اِس کا مطلب کوئی یہ نہ سمجھے کہ نماز میں جب یہ خرابی ہے تو اُن کو چاہئے کہ نماز چھوڑ دیں۔ اصل یہ ہے کہ یہ خرابی نماز میں جب پیدا ہوتی ہے جبکہ حق تعالیٰ کی عظمت قلب میں نہ ہو اور جب عظمت ہو تو دوسری طرف توجہ ہی نہیں ہو سکتی بلکہ حق تعالیٰ کی عظمت کے سامنے اپنی نماز سے آدمی بجائے اِس کے کہ اِترا وے اُلٹا شرمندہ ہوتا ہے۔ اِس کی ایسی مثال ہے کہ کسی بہت بڑے شہنشاہ کے حضور میں ایک نہایت ذلیل آدمی کوئی تحفہ بہت کم قیمت لے جائے دربار کی عظمت و شوکت دیکھ کر اس کی کیا حالت ہوگی۔ مختصر یہ ہے کہ اُس ذلیل تحفہ کو پیش کرنے پر بھی اُس کو قدرت نہ ہوگی ہاتھ پیر پھول جائیں گے اور غنیمت سمجھے گا کہ کسی سزا کا حکم نہ ہو جائے جلدی کسی طرح یہاں سے خیریت سے نکل جاؤں۔ ہماری نمازوں کی جو کچھ حقیقت ہے وہ خوب معلوم ہے پھر اُس کو حق تعالیٰ جیسے احکم الحاکمین کے سامنے پیش کرکے ذرا شرم بھی نہ آنا اسی وجہ سے ہے کہ عظمت و جلالِ حق تعالیٰ سے ہم نے قطع نظر کرلی ہے اور اسی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہوئی کہ دوسری طرف توجہ ہوئی اور اپنی نماز کو کچھ سمجھ کر دوسروں کو حقیر سمجھنے لگے۔ اِس تقریر سے بخوبی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ نماز پڑھنے یا اور دین کے احکام بجالانے سے اگر دل میں کبر پیدا ہو تو اُس کا علاج یہ نہیں کہ اُس عمل کو چھوڑ دیا جاوے بلکہ جو سبب ہے اُس کو قطع کیا جائے سبب اِس کبر کا تعمیل حکم دین نہیں بلکہ عظمتِ الٰہی کا دل میں نہ ہونا ہے سو اُس کو پیدا کرنا چاہئے اِس سے تعمیل حکم بھی ہوگی اور وہ خرابی جو اُس کے ساتھ لگی ہوئی ہے وہ بھی نہ رہے گی۔ اِس غلطی میں بہت سے پڑھے لکھے اور سمجھدار بھی مبتلا ہیں۔ خوب سمجھ لو۔ غرض ہمارے دیندار بھی کبر میں مبتلا ہیں اور دُنیا دار بھی۔ دُنیا داروں میں اُس طرح کا کبر تو نہیں ہے جو دینداروں میں ہے ہاں دُنیا داروں میں اور طریقے کبر کے ہیں۔ وضع میں لباس میں۔ بیاہ شادی میں۔ کبر میں سب گناہوں سے بڑھ کر ایک خرابی اور ہے وہ یہ کہ مسلمان خواہ کسی درجہ کا ہو مگر اُس کے دل میں یہ بات ضروری ہے کہ جب کوئی گناہ ہو جائے کر تو گذرتا ہے کسی ضرورت سے لیکن کرنے کے بعد دل میں چوٹ ضرور لگتی ہے اور پشیمان ہوتا ہے مگر کبر کہ یہ گناہ ساری عمر دل میں رہتا ہے اور دل پر صدمہ

سبب کبر

کبر میں دوسرے معاصی سے بڑھ کر ایک خرابی ہے

نہیں ہوتا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ بیاہ شادی کی جتنی رسمیں ہیں سب تفاخر ہی پر مبنی ہیں پھر کسی کے دل کو صدمہ تو کیا ہوتا اور اُن سے خوش ہوتے ہیں خاص کر جبکہ اُن پر وہ ثمرہ مُرتب بھی ہو جائے جس کے واسطے کی جاتی ہیں یعنی علو اور شہرت جب کہ کسی کے یہاں تقریب میں بدنظمی نہ ہو اور کوئی اختلاف پیدا نہ ہو اور خیریت سے اختتام کو پہنچ جائے تو نام ہوتا ہے یوں کہتے ہیں اپنی حیثیت سے زیادہ لگا دیا بڑی ہمت کی پانچ روپئے کی اوقات میں کھانا کیا اچھا دیا۔ بارات کیسی بڑھیا لایا۔ اِس کو کفر نہ کہئے مگر قریب بکفر ضرور ہے دیکھئے شرعی مسئلہ ہے اور کتابوں میں لکھا ہے کہ گناہ کو چھوٹا سمجھنا کفر ہے اس کو سب جانتے ہیں مگر اس کو خاص کر لیا ہے معاصی ظاہرہ کے ساتھ کیوں صاحب معاصی قلبیہ میں یہ حکم کیوں جاری نہیں حالانکہ وہ اُمّ المعاصی ہیں پھر کبر کے ساتھ رضا اور فرح قریب بکفر بھی نہ ہوگا۔ اب سمجھ لیا آپ نے نام آوری سے خوش ہونا کس درجے کا گناہ ہے۔ رسموں کے متعلق یہ ایک دلیل سیکھ لی ہے مستورات نے کہ آج ہی کل نئے مولوی نکل آئے ہیں اگر یہ بُری تھیں تو پہلے کسی مولوی نے کیوں منع نہیں کیا۔ خوب سمجھ لو کہ نصیحت خواہ کیسی ہی معمولی سی ہو دل میں جب ہی جمتی ہے جبکہ توجہ ہو تو یہ کہنا تو غلط ہے کہ کسی مولوی نے منع نہیں کیا۔ مولویوں نے ہمیشہ سے منع کیا ثبوت اِس کا یہ ہے کہ اُنھیں کی کتابوں میں موجود ہیں جن میں منع لکھا ہے ہاں تم نے اُن کے منع کرنے کو سُنا نہیں کیونکہ توجہ ہی نہ تھی اب یہ بات اپنے دل سے گھڑ لی کہ منع نہیں کیا۔ ایک یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسمیں تو وہ تھیں جو کسی زمانے میں تھیں مثلاً کنگنا باندھنا بامن سے تاریخ رکھوانا وغیرہ وغیرہ اور اب تو کچھ رسمیں رہی ہی نہیں ان میں کیا کفر و شرک ہے۔ بیبیو! کیا کفر و شرک ہی علت ہے منع ہونے کی۔ کیا تفاخر اور سمعہ اور اسراف علت نہیں ہے جس شریعت میں کفر و شرک کو بُرا لکھا ہے کبیرہ گناہ کو بھی تو بُرا لکھا ہے زائد سے زائد گوہ اور موت کا سا فرق کہہ لو۔ بلکہ میں کہتا ہوں ایک معنی کر موجودہ رسمیں اُن رسموں سے زیادہ بُری ہیں جو چھوٹ گئیں اس واسطے کہ تمہارے ہی قول کے بموجب اُن کا مبنی کفر پر تھا اور اُن کا مبنیٰ اُس چیز پر ہے کہ وہ کفر کی بھی جڑ ہے یعنی کبر۔ پہلی رسمیں کفر تھیں لیکن حظِّ نفس سے خالی تھیں اُن کے ترک میں نفس مزاحم نہ تھا کیونکہ اُن میں حظ نہیں تھا اور رسوم موجودہ میں حظِ نفس ہے اُن سے تنبّہ ہونے کی اُمید نہیں۔ سمجھ لو کہ کفر و شرک میں حظِ نفس نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ نفس کو سب سے زیادہ ناگوار کسی کے سامنے جھکنا ہے تو جو شخص مشرک ہے اُس کو بہت سوں کے سامنے جھکنا پڑتا ہے تو اُس میں حظ کہاں۔ جہالت وغیرہ اور داعی اُن کو ہو جاتے ہیں ورنہ

نفس سے وہ رسوم خلاف ہیں علیٰ ہذا یہ سمجھنا کہ آجکل کی رسمیں کچھ رسمیں ہی نہیں ہیں اور زیادہ خطرناک ہے کیونکہ جس گناہ کو آدمی گناہ نہ سمجھے اس سے توبہ کی کیا امید ہوسکتی ہے کیونکہ توبہ نام ندم یعنی پشیمانی کا ہے اور پشیمانی اسی چیز سے ہوا کرتی ہے جس کی کچھ بُرائی دل میں ہو۔ جب اِن رسموں کی بُرائی ہی دل میں نہیں ہے تو پشیمانی کیوں ہوگی اور جب پشیمانی نہیں تو اس سے توبہ کیسی۔ بعض رسموں کی نسبت یہ کہدیتے ہیں کہ اس میں کیا حرج ہے جیسے جہیز دینا بچوں کو کُرتا ٹوپی دینا ولیمہ یا عقیقہ بہ ہیئت مروّجہ کرنا۔ میں پوچھتا ہوں نماز پڑھنا کیسا فعل ہے ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ فعلِ مستحسن ہے اِس میں فرض بھی ہے اور واجب بھی ہے اور سنت بھی ہے کم از کم مستحب تو ہے ہی اب اگر کوئی اس میں ذرا سا تغیر کرکے پڑھے مثلاً قبلہ کی طرف پشت کرکے پڑھے تو بتاؤ یہ نماز کیسی ہے جائز ہے کہ ناجائز۔ اور اگر اس سے منع کریں تو یہ نماز سے منع کرنا کہلائے گا حاشا وکلّا۔ یہ نماز سے منع کرنا نہیں۔ بلکہ قبلہ کی طرف پشت کرکے پڑھنے سے منع کرنا ہے۔ نماز سے منع کرنا کیسا نماز کو درست کرنا ہے۔ یہی حال رسموں کا ہے جہیز دینے سے منع نہیں کیا جاتا بلکہ دِکھلاوے اور تفاخر اور اسراف سے منع کیا جاتا ہے۔ جہیز اگر اپنی بیٹی کو محبّت کی وجہ سے دیا جاتا ہے تو اس میں اِس کو کیا دخل ہے کہ برادری کے سامنے ایک ایک عدد دکھا کر گِنوا کر دیا جائے اگر اِسی کا نام محبّت ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی بیٹی سے شادی ہی کی تاریخ میں محبت ہوئی اس سے پہلے نہ تھی کیونکہ پہلے کی عادت تو یہ تھی کہ جو کچھ کِھلایا پلایا کبھی اُس کی تشہیر نہیں کی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ محلّے کے دو چار آدمیوں کو بھی جمع کرکے دِکھایا ہو کہ لڑکی کے لئے حلوا بنایا ہے یا کوئی کپڑا عمدہ سلوایا ہے۔ بلکہ یہ کوشش رہتی تھی کہ کسی کو خبر بھی نہ پہنچے کہ پیٹ میں پڑ جائے کسی کی نظر نہ لگے اس وقت جو کچھ پیٹ میں پڑ جائیگا کام آئے گا۔ یہ آج نئی محبّت کیسی پیدا ہوئی اگر وہ محبّت ہے تو یہ محبت نہیں اور اگر یہ محبّت ہے تو اس سے پہلے بجائے محبت کے عداوت تھی۔ بیبیو! ذرا عقل سے کام لو۔ کیا جہیز دینے کی یہ صورت نہیں ہوسکتی کہ کپڑے برتن وغیرہ جو کچھ سامان دینا ہو صندوق میں بند کرکے بند بھیج دیئے جائیں اور بند بھیجنے میں بھی یہ ضرور نہیں کہ لڑکی کے ساتھ جاوے۔ کیونکہ اس میں بھی ضرور ہے کہ وہ وہاں فوراً سب کے سامنے کُھلے گا وہی ریاء پھر رہی بلکہ جب لڑکی میکے میں آوے اُس کو دے دو پھر وہ جب چاہے لیجاوے خواہ دفعتہً یا تدریجاً مگر اس کو کوئی گوارا نہیں کرتا ہے۔ ہمارے پاس یہ کافی ثبوت ہے اِس امر کا کہ تفاخر (اظہار) اور دِکھلاوا ہی منظور

ہے۔ پھر جہیز میں وہ چیزیں ہوتی ہیں جو کبھی کام نہیں آتیں صرف ضابطہ کی خانہ پُری کر دیتے ہیں چوکی ضرور دی جاتی ہے جس کا ناپ تول ایسا تجویز ہوا ہے کہ کارآمد نہیں نہ اتنی چھوٹی کہ ہروقت اُٹھانے بٹھانے کے قابل ہو اگر چھوٹی ہوتی تو باورچی خانے ہی میں پڑی رہا کرتی اور اتنی بڑی نہیں کہ نماز پڑھ سکیں۔ ایک عجیب دردِ سر ہے ایک جگہ ڈال دیں اور دیکھا کریں۔ پیڑھی نواڑ کی بُنی ہوئی ضرور ہوتی ہے حالانکہ کبھی کام میں نہیں آتی سوائے اس کے کہ ایک طرف احتیاط سے رکھدی جائے اور گل کر اور ٹوٹ کر ایندھن ہو جائے کیونکہ پیڑھی کا کام تو یہ ہے کہ چُولھے کے پاس اُس پر بیٹھ سکیں اور جہیز کی پیڑھی اِس قدر نازک اور سبک اور تکلّف کی ہوتی ہے کہ چولھے کے پاس رکھنے سے جی دُکھتا ہے چولھے کے پاس اس واسطے نہیں رکھی جاتی اور کسی کام کی ہے نہیں۔ بتاؤ یہ کون عقل کی بات ہے۔ اسی کو التزام مالا یلتزم (غیر ضروری کو ضروری بنا لینا) کہتے ہیں جس سے علماء منع کرتے ہیں۔ جہیز کی چیزیں اکثر ایسی ہی ہوتی ہیں جو ایک دفعہ دکھانے کے لئے نئی بنا دی جاتی ہیں اور واقع میں بیکار اور بُرائی ہوتی ہیں حتیٰ کہ بازار والے بھی جانتے ہیں جب خریدنے جاؤ تو پوچھتے ہیں گھر کے استعمال کے واسطے چاہئے یا دینے کے لئے۔ محبّت اسی کا نام ہے۔

جہیز بڑھیا ہونے کی ایک یہ بھی صورت ہے کہ لڑکے کے سارے خاندان کو جوڑے دئے جاتے ہیں اور خاندان میں کئی کئی پُشت تک کے مُردے بھی شمار کئے جاتے ہیں اُن کے بھی جوڑے ہوتے ہیں شاید مُردوں کو پہنانا منظور ہے لیکن تعجب یہ ہے کہ جوڑے پہننے کے قابل ہوتے بھی نہیں صرف ضابطہ کی خانہ پُری کے لئے کپڑوں کے عدد پورے کر دئے جاتے ہیں پاجامہ کا کپڑا دیکھئے وہ چھوٹا کُرتے کا دیکھیئے وہ چھوٹا۔ جن کے یہاں پہنچتے ہیں وہ اُن کا پاجامہ کُرتا بناتے نہیں کیونکہ بن ہی نہیں سکتا اور کاموں میں لاتے ہیں۔ کیا یہ باتیں عقل کی ہیں۔

ولیمہ یہ حالت تو جہیز کی ہے۔ اب ولیمہ کی سُنیئے اس پر بہت ہی زور دیا جاتا ہے کہ یہ تو بالیقین سُنّت ہے۔ سُنّت کا نام تو سُن لیا یہ بھی معلوم ہے کہ سُنّت کہتے کس کو ہیں سُنّت نام ہے مَاثَبَتَ بِالسُّنَّۃِ کا یعنی وہ فعل جو حدیث سے ثابت ہو۔ ولیمہ بیشک حدیث سے ثابت ہے مگر لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کی مثل نہ کرو کہ نفس ولیمہ کا ثبوت تو حدیث سے لے لیا اور اس کی کیفیت جو حدیث میں آئی ہے وہ چھوڑ دی جس طرح کہ نفسِ ولیمہ ثابت بالحدیث ہونے کی وجہ سے اختیار کرتی ہو اسی طرح اُس کی کیفیت اور طریقہ بھی کیوں نہیں اختیار کرتیں اگر وہ ثابت ہے تو یہ بھی ثابت ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولیمہ کی کیفیت سُنئے۔ حضور نے ایک سفر میں

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ صبح کو صحابہ سے فرمایا جو کچھ کھانے کی چیز کسی کے پاس ہو لے آؤ لوگوں کے پاس سفر میں جیسا کچھ توشہ موجود تھا لا رکھا۔ کسی کے پاس کھجوریں تھیں کسی کے پاس پنیر تھا کسی کے پاس سوکھی روٹیاں تھیں۔ جو کچھ تھا لاکر رکھدیا اور سب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھ کر کھالیا۔ یہ حضور کا ولیمہ ہوگیا۔ ولیمہ کا ثبوت تو سب کو یاد ہے اِس کیفیت کا ثبوت کسی کو یاد نہیں۔ کیا کوئی ایسا کرسکتا ہے۔ یہ حدیث تو فعلی ہے قولی حدیث لیجئے۔ شر الطعام طعام الولیمۃ یدعی لہا الاغنیآء و یترك الفقرآء۔ یعنی بُرا کھانا اُس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں امیروں کو بُلایا جائے غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب ولیمے اچھے ہی نہیں بعضے بُرے بھی ہوتے ہیں۔ جب بُرا ہے تو منع کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ آجکل کا ولیمہ ایسا ہی ہوتا ہے اگر کوئی غریب محتاج مانگے تو کہدیتے ہیں پہلے جن کے واسطے پکا ہے اُن کو تو کھالینے دو تم کو پیچھے ملے گا۔ اِس ولیمہ کی بُرائی میں نے حدیث سے سُنادی پھر علماء اگر منع کریں تو کیا الزام۔ دوسری حدیث سے سُنئے۔ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن طعام المتبارییین۔ یعنی منع فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن دو شخصوں کے کھانے سے جو آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرتے ہوں یعنی بحثا بحثی (مقابلہ اور لاگ ڈانٹ) سے کھلاتے ہوں۔ اب دیکھ لو کہ برادری کے کھانے ایسے ہی ہوتے ہیں یا نہیں۔ اگر ایک نے گوشت روٹی دیا ہے تو دوسرے کی کوشش ہوتی ہے کہ بریانی دے تیسرے کی کوشش ہوتی کہ فیرینی بھی ہو چوتھا شیرمال اور بڑھاتا ہے۔ حدیث شریف کے بموجب ایک کے یہاں بھی کھانا نہ چاہئے۔ دیکھو یہ اُن تقریبوں کی حالت ہے جن کو مسنون بتاتے ہیں۔ بزرگوں کا قول ہے طعام المیت یمیت القلب اِس کے معنی متعارف اور مشہور تو یہ ہیں کہ وہ کھانا جو کسی کی موت میں پکا ہو دل کو مار دیتا ہے اس تقدیر میں طعام کی اضافت میت کی طرف بہت ہی بعید مُلابست (دور کے تعلق) سے ہوسکتی ہے میرے نزدیک میت کے معنی عاصی کے لئے جائیں تو زیادہ مناسب ہے۔ یہ استعمال قرآن شریف میں بھی آیا ہے۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ (جو مردہ اور گنہگار رہا ہو ہم نے اُسے زندگی دی ہو)۔ اب معنی طعام المیت کے یہ ہوں گے وہ کھانا جو گناہ کے طریق پر پکا ہو یعنی اضافۃ الی الفاعل ہوگی۔ اِس کھانے میں یہ نحوست ہے کہ دل مرجاتا ہے یعنی حِس نہیں رہتی۔ مُردہ اور زندہ میں احساس اور عدمِ احساس ہی کا تو فرق ہوتا ہے۔ جب قلب میں حِس نہ رہی تو جس گناہ میں بھی پڑجائے کم ہے۔ یہ برکت ہے اِن ولیموں اور عقیقوں اور بھاجیوں کی جن کو کہتی ہو یہ رسمیں تھوڑا ہی ہیں انھیں رسم نہ کہو اثم (گناہ) کہہ لو۔ یاد رکھو یہ سب رسمیں ہی ہیں۔ یہ کیا ضرور ہے کہ رسم وہی ہو جو کفر و شرک ہو

معنی طعام المیت یمیت القلب

اگلے زمانے کی رسمیں بڑی رسمیں تھیں یہ اُن کے مقابلے میں چھوٹی سہی مگر ہیں تو رسمیں ہی اور اُن کو چھوٹا بھی تنزلاً کہتا ہوں ورنہ درحقیقت اُن سے کچھ کم نہیں بلکہ من وجہ زیادہ ہی ہیں جیسا ابھی میں نے بیان کیا کہ رسوم متروکہ مبنی علی الکفر تھیں (پرانی رسمیں تو کفر کی ہیں) اور یہ (ایک طرح سے گھٹا کر) مبنی علی الکبر ہیں (یہ رسمیں کبر کی ہیں) اور کبر کفر کی بھی جڑ ہے۔ غرض موجودہ رواج بھی سارے کے سارے رسوم ہی ہیں تغافل کی وجہ سے ذہنوں میں سے اُن کا قبح جاتا رہا ہے۔ رسمیں سب چھوڑ دینے کے قابل ہیں۔ ان میں جتنی مصلحتیں بتائی جاتی ہیں سب مَن گھڑت ہیں حقیقت میں سب التزام مالایلتزم ہے۔ اچھے اچھے سمجھدار ان میں بیوقوف بن جاتے ہیں اور پیروی کئے جاتے ہیں بہت سی رسموں کی مصلحت اور وجہ ایجاد معلوم بھی نہیں مگر اُسی ہیئت کے ساتھ ادا برابر ہوتی ہیں جب کوئی وجہ بھی اُن کی ذہن میں نہیں تو تقلید محض ہوئی یا نہیں اور کس کی تقلید؟ شریعت کی تو درکنار کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کسی عقلمند کی بھی تقلید ہے؟ حاشا وکلّا۔ بس سوائے اس کے نہیں کہ جہلاء کی تقلید ہے اور رسم محض ہے مصلحت کا نام بھی لینا غلط ہے اور غضب یہ ہے کہ بہت سی رسمیں اب بھی برکت حاصل کرنے کے لئے ادا کی جاتی ہیں۔ جب تک فلاں فلاں کام نہ ہوں شادی سزاوار نہیں ہوگی۔ نعوذ باللہ۔ اور انھیں رسموں کی نسبت جن کی بناء تقلید جہلاء پر ہے قرآن شریف میں ہے فَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ۔ ازواج مطہرات کو حکم ہے کہ جیسا جاہلیۃ میں بیدھڑک نکلتی تھیں اب نہ نکلو اور بطور انکار فرماتے ہیں أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ (کیا جاہلیت کا حکم پسند کرتے ہیں) بہت لوگ یہ بھی کہدیتے ہیں کہ رسموں کا شریعت میں کہیں ثبوت نہیں تو منع کا بھی ثبوت کہاں ہے۔ کیا اچھے کپڑے پہننا منع ہے اپنی اولاد کو دینا ناجائز ہے مہمانوں کی خاطرداری بُری بات ہے۔ میں کہتا ہوں منع کا ثبوت قرآن سے تو مذکور ہوا اب حدیث لیجئے۔ ارشاد ہے۔ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ الشُّهْرَةِ أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ الذُّلِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ یعنی جو کوئی کپڑا دکھاوے کے لئے پہنے گا اُس کو قیامت کے دن ذلّت کا لباس پہنایا جائے گا۔ یہ حدیث کپڑے کے بارے میں بالکل صریح ہے اور رسوم کو باشتراک علّت شامل ہے اس وعید کی علّت شہرت ہے جس کام میں شہرت کا قصد کیا جائے سب اُس کے اندر آ گئے خواہ اُس کو بیٹی کا دینا کہہ لو۔ یا مہمانوں کی خاطر سمجھا کرو۔ جب عقل سے کام لوگی تو حقیقت میں بناء ان رسموں کی صرف دکھلاوے اور التزام مالایلزم ہی پر پاؤگی۔ بیبیو! اگر ان رسموں میں بھلائی ہوتی تو دونوں جہان کے بادشاہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں ضرور ہوتیں کیا حضورؐ کے یہاں کسی چیز کی کمی تھی حق تعالیٰ جو چاہتے

رسوم میں کوئی مصلحت نہیں ہے

رسوم کا ممنوع ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہے

منگنی کی رسوم

دیدیتے۔ آپ کی منگنی کا قصہ میں بیان کرتا ہوں۔ اوّل یہاں کی منگنی کے خرافات سنیئے۔ یہاں شادی سے پہلے اس کے مقدمہ ہی ہیں جس کی حقیقت رسوائے زبانی پخت و پز کے کچھ بھی نہیں ہے۔ کیا کیا کچھ طومار پھیلائے جاتے ہیں اس کا بھی پورا ایک قانون مرتب ہے دور دراز سے سفر کر کے لڑکے والا جائے۔ اپنا وقت ضائع کرے روپیہ برباد کرے۔ اتنے دنوں میں جو کچھ کمایا اس کو سوخت کرے تب اس سے بات قرار پائے یہ بہت اجمال کیساتھ بیان ہے ورنہ جو جو قیدیں منگنی میں طرفین سے مقرر ہیں سب جانتے ہیں۔ حاصل یہ کہ جو کام دو پیسے کے خط سے نکلتا اس میں صدہا روپئے ضائع کیئے جاتے ہیں کیوں صاحب اس میں کیا مصلحت ہے اگر یہ کہو کہ خط پہنچا نہ پہنچا کیا اعتبار ہے۔ تو کہا جا سکتا ہے کہ خط کو رجسٹری کرا دیا ہوتا یا بیمہ کرا کے بھیجا ہوتا اگر اس میں بھی ضائع ہونے کا احتمال ہے تو یہ احتمال غیر ناشی عن دلیل (اس شبہ کی کوئی وجہ نہیں سراج) ہے اس کو خبط اور وہم کہتے ہیں۔ ہم جس مکان میں بیٹھے ہیں اس میں ہر وقت امکان عقلی موجود ہے کہ گر جائے لہٰذا چاہیئے کہ بھاگیں پھر جس مکان میں جائیں گے وہاں بھی یہی احتمال ہے نتیجہ یہ کہ بھاگے بھاگے پھریں۔ یہ پاگل پن ہے یا کچھ اور۔ ایسے احتمالات پر اگر حکم کریں تو دنیا کا ایک کام بھی نہ چلے۔ ہزارہا روپیہ کے نوٹ ڈاک ہی میں بھیجے جاتے ہیں پارسل ڈاک ہی میں جاتے ہیں اگر ضائع ہونے کا خوف ہے تو سب کاموں کے لئے آدمی ہی بھیجا کیجئے۔ غرض منگنی کے لئے اس قدر دردسری کرنے میں مصلحت کچھ بھی نہیں صرف پابندی رسم ہے ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔

رسوم مروجہ کی اصل

میں کہتا ہوں اسی میں غور کیا ہوتا کہ ہمیشہ سے کب سے ہوتا چلا آیا ہے۔ ہندوستان میں پہلے مسلمان نہ تھے۔ اب دو حال سے خالی نہیں یا تو جب مسلمان ہندوستان میں آئے ان رسموں کو بھی اپنے ساتھ لائے یا یہاں کی رسمیں تھیں مسلمانوں نے بھی لے لیں۔ شق اول تو غلط ہے کیونکہ اگر یہ رسمیں اسلامی رسمیں ہوتیں تو مسلمانوں کی کتاب میں ہوتیں حالانکہ ایسا نہیں (پہلی بات) لہٰذا ثابت ہوا کہ شق ثانی ہی صحیح ہے یہ سب رسمیں ہندوؤں کی ہیں انھیں کی صحبت سے مسلمانوں میں بھی آگئیں

رسوم مروجہ کی تعبیر بالفاظ ہندی داخل ہے

رسموں کے نام خود بتاتے ہیں کہ ہندوستان کی ایجاد ہیں مثلاً برتی لفظ ہندی ہے بڑو دولھا کو کہتے ہیں۔ اگر کسی اور ملک کی رسم ہوتی تو فارسی یا عربی میں نام ہوتا۔

اسی طرح بھوڑا ٹھیٹھ ہندی لفظ ہے۔ عقل صاف کہتی ہے کہ ہندوؤں کی رسمیں ہیں۔ ہندوؤں سے خلا ملا ہونے سے مسلمان بھی سیکھ گئے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (جو کسی غیر قوم کے مشابہ بننا

چاہے گا تو اس کو ان میں شامل سمجھو یہ آج بہت مشہور حدیث ہے مگر تعجب ہے کہ اس کا مصداق صرف کوٹ اور پتلون یعنی انگریزی وضع کو قرار دے رکھا ہے حالانکہ تشبہ عام ہے لباس میں ہو یا رسم و رواج میں۔ ایک قصہ مجھکو یاد آیا ایک بزرگ تھے وہ ہولی کے دن باہر نکلے تو ہندوؤں کی ہر چیز کو رنگین پایا حتیٰ کہ جانوروں کو بھی۔ راستے میں ایک گدھا پڑا۔ ہنسی میں کہنے لگے تجھکو کسی نے نہیں رنگا اور یہ کہکر اُس پر پان کی پیک ڈال دی بعد مرنے کے کسی نے خواب میں دیکھ کر حال پوچھا فرمایا کہ اُس پیک ڈالنے پر مواخذہ ہوا کہ اس کو ہولی کھیلنے والوں کے ساتھ لیجاؤ تشبہ ایسی چیز ہے۔ محمود بادشاہ نے جب ہندوستان کو فتح کیا اور سومنات کا مندر توڑا تو تمام بُت توڑ ڈالے جو بُت سب سے بڑا تھا اُس کو بھی توڑنا چاہا پجاریوں نے بہت الحاح و زاری کی اور کہا اس کے برابر ہم سے سونا لے لیا جائے اور اس کو نہ توڑا جائے۔ محمود نے ارکان سے مشورہ کیا سب نے کہا ہم کو فتح ہو ہی چکی اب ایک بُت کے چھوڑ دینے سے ہمارا کیا جاتا ہے اس قدر مال ملتا ہے لشکر اسلام کے کام آئیگا چھوڑ دینا چاہیئے مجلس میں سید سالار مسعود غازی بھی تھے فرمایا یہ بُت فروشی ہے اب تک بادشاہ بُت شکن مشہور تھا اب بُت فروش کہلائے گا محمود کے دل کو یہ بات لگ گئی مگر گونہ تردد باقی تھا دوپہر کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ میدان حشر ہے اور ایک فرشتہ ان کو دوزخ کی طرف یہ کہکر کھینچتا ہے کہ یہ بُت فروش ہے دوسرے فرشتے نے کہا کہ نہیں یہ بُت شکن ہے اس کو جنت میں لے جاؤ اتنے میں آنکھ کھل گئی فوراً حکم دیا بُت توڑ ڈالا جائے اُس کو جو توڑا تمام پیٹ میں جواہرات بھرے ہوئے نکلے حق تعالیٰ کا شکر کیا کہ بُت فروشی سے بھی بچا اور جس مال کی طمع میں بُت فروشی اختیار کرتا تھا اُس سے زیادہ مال بھی مل گیا۔ یہ جنت اور دوزخ کی طرف کھینچا جانا اُس تردد کی صورت دکھائی گئی جو محمود کے قلب میں تھا۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ بُت کو چھوڑ دینا حقیقت میں بُت فروشی نہ تھا لیکن صورۃً بُت فروشوں کی مشابہت تھی جس کا یہ نتیجہ ہوا خدا پناہ دے مسلمانو! اس میں سب کفار کی رسمیں ہیں مزید براں مل گیا ہے اُن رسموں میں تفاخر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت اور بدعات ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ شر کے اندر شر گھسا ہوا ہے۔ ہاں سُنئے بی بی صاحبہ کی منگنی کیونکر ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود جاکر حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ فاطمہؓ کا نکاح مجھ سے کر دیجئے۔ حضورؐ نے وہیں سے منظور فرمالیا۔ یہ منگنی ہوگئی۔ یہاں کچھ بھی نہ ہو کچھ بھی

[illegible]

محمود بادشاہ کی حکایت

[illegible]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور شادی کا قصہ

نہ ہو فقط دولھا مجمع میں بول بھی اُٹھے تو غضب آجائے کیسا بیحیا دولھا ہے اب بی بی صاحبہ کے نکاح کی سُنئے اور بارات کا سامان سُنئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور چند صحابہ رضؓ کو بُلا بھیجا اور نکاح پڑھ دیا۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضرت علیؓ اس وقت موجود بھی نہ تھے نکاح ہوجانے کے بعد آپ کو خبر پہنچی تب آپ نے قبول کیا۔ یہ بارات تھی کہ نوشاہ بھی ندارد۔ پھر حضور نے اُمِّ ایمن کو حکم دیا (یہ ایک لونڈی تھیں) کہ فاطمہؓ کو علیؓ کے گھر پہنچا آؤ۔ بی بی صاحبہ منھ لپیٹے ہوئے ہاتھ پکڑائے اپنے گھر پہنچ گئیں۔ یہ رُخصتی ہوئی۔

جہیز کے متعلق ہدایت

جہیز دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مگر نہ اتنا کہ گھر لُٹا دیا نہ کسی کو دکھایا جہیز دینے سے منع نہیں کیا۔ ہاں جس طرح دیتے ہیں وہ بیشک منع ہے۔ ایک ایک عدد اُٹھا اُٹھا کر سب کو دکھایا جاتا ہے جوڑوں پر گوٹہ لپیٹا جاتا ہے کہ جو کوئی بھی نہ دیکھے تو اُس کی چمک ہی سے نگاہ اُٹھ جائے۔ بیبیو! یہ تو جائز نہیں ہوسکتا۔ بعض لوگوں نے آجکل اس کی یہ اصلاح کی ہے کہ جہیز کھول کر دکھاتے اور گنواتے نہیں صندوقوں میں بند کرکے برادری کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ اُس سے بھی بدتر ہے کھول کر دکھانے سے تو ایک حد اور مقدار اُسکی ذہنوں میں آجاتی ہے اُسی کے موافق تحسین وآفرین ہوتی ہے اور بند جہیز کی نسبت یہی خیال ہوتا ہے کہ خُدا جانے کیا کیا کچھ ہوگا اس سے دینے والے کے نفس کو اور زیادہ بڑائی کا موقع ملتا ہے

جہیز دینے کا جائز طریقہ

جہیز کو رخصتی کے وقت بالکل بھیجو ہی مت گھر میں رکھا رہنے دو جب لڑکی کا گھونگھٹ کُھل جائے تب لے جاؤ اور اُس کے ہاتھ میں فہرست دو اور گنوادو اور کُنجیاں اُس کے حوالہ کردو کہ یہ تیرا جہیز ہے یہ طریقہ تو ہے محبت سے دینے کا باقی سب ریا ونمود ہے۔ یہ طریقہ اس رواج سے بہتر ہے کہ جس کا جہیز ہے اُس کو خبر بھی نہیں ہوتی سُسرال والوں کو کُنجی دے دی جاتی ہے اگر کوئی چیز جاتی آتی رہے تو تمام عمر کی لڑائی بندھ جاتی ہے اور ایسا ہوا ہے کہ سسرالیوں کی بدنیتی سے یا غفلت سے چیزیں ضائع ہوگئی ہیں (گم ہوجائے)۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چوتھی چالا

اب چوتھی اور چالا یعنی بہوڑا سُنئے نکاح سے اگلے دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؓ کے یہاں تشریف لے گئے اور حضرت علیؓ سے فرمایا ذرا سا پانی لاؤ اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تم بھی ذرا سا پانی لاؤ اور دونوں پر پانی چھڑکا اور دعا دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت گھر میں چلتی پھرتی تھیں۔ یہاں کی طرح بُت بنی نہیں بیٹھی تھیں۔

یہاں کی دلہن کی حالت

یہاں یہ بھی ایک تکلف ہے کہ بہو بالکل بُت ہوتی ہے حیوانِ متحرک کی جگہ حیوانِ غیرذی حرکت

بن جاتی ہے پیخانہ پیشاب کو بھی بلا دوسرے کے نہیں جاسکتی۔ ہنس بول نہیں سکتی۔ بیچ بیچ کے حبس بیجا (زبردستی کی قید) میں رکھی جاتی ہے۔ کئی کئی دن پہلے سے کھانا کم کیا جاتا ہے اس خوف سے کہ پاخانہ کی حاجت ہوگی۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ بہو ایسی ہونی چاہئے جس کے پیچھے حاجات انسانی نہ ہوں انسانیت سے خارج ہو بولتی نہ ہو گونگی ہو۔ اس حبس بیجا کو یہاں تک بڑھایا ہے کہ بہو نماز بھی نہیں پڑھتی۔ اول تو نمازی ہوتی بہت کم ہیں اور جو کوئی نمازی ہوئی بھی تو نماز کے وقت اگر کوئی سہیلی موجود ہے تو دبے دبائے پڑھ لی اور نہیں تو یہ عذر ہے کہ کوئی تھا نہیں کون پڑھواتا۔ اکیلی کس طرح پڑھتی۔ تف ہے اِس پردے پر۔ بہت جگہ اِس قید سے لڑکیاں بیمار ہوگئی ہیں۔ اور جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔ ہم لوگوں نے جو بات اختیار کی ہے افراط و تفریط سے خالی نہیں پردہ ہو تو اِتنا گہرا اور نہ ہو تو بالکل نہیں۔ دیور، جیٹھ، خالہ، پھوپھی کے لڑکوں سے بالکل پردہ نہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے۔ الحمو الموت یعنی دیور موت ہے۔ سفر میں جب چلیں گی تو ریل جیسے آسان سفر میں نمازیں قضا صرف اِس عذر سے کہ قبلہ معلوم نہ تھا یا وضو کے لئے پانی کہاں سے آتا پانی مانگنے یا قبلہ پوچھنے میں بے پردگی ہوتی ہے۔ کیوں بیبیو! جس گاڑی میں تم بیٹھی ہو اگر اُس میں کوئی حادثہ ہو جائے مثلاً آگ لگ جائے یا کوئی چور ڈاکو گھس آئے تو اُس وقت بھی نہ بولوگی اُس وقت تو وہ دُہائی مچاؤگی کہ قیامت برپا ہو جائے اُس وقت پردہ کہاں جائے گا۔ بات یہ ہے کہ دُنیاوی حادثات کی تو ہول دل میں ہے اور اُخروی حادثے یعنی گناہ کے انجام کچھ سمجھے نہیں جاتے بہت ہلکی اور معمولی چیز ہیں۔ یہ خبر ہے کہ گاڑی میں آگ لگنے یا چور ڈاکو کے ہاتھ سے زائد سے زائد جان جاتی رہے گی یہ تھوڑی سی دیر کی تکلیف ہے کہ ہوئی اور گذر گئی اور ایک نماز کے بدلے ہزاروں برس اُس عذاب میں رہنا ہوگا جس کے سامنے دوزخی موت کی تمنا کریں گے۔ اب بہو بیچاری حیوان غیر حساس کو یہ عذر ہے کہ کوئی پاس نہ تھا نماز کیسے پڑھتی؟ گھر والوں کو اور سب کاموں کے ہوش ہیں کھانے کھلانے دینے دلانے میں کوئی کوتاہی نہیں ہوتی ہاں نماز پڑھوانے کا بیشک خیال نہیں رہتا خوب سمجھ لو کہ سارے گھر والے مجرم ہیں گناہ ایک بہو ہی پر نہیں سب کو سزا ہوگی۔

سفر میں نماز کے اندر عورتوں کی کوتاہی

غرض پردہ میں جہاں افراط ہے وہاں اس حد تک اور جہاں تفریط ہے وہاں بالکل اڑا ہی دیا۔ یہ سب تراشی ہوئی رسمیں ہیں یا نہیں کیا ان کا کوئی ثبوت ہو سکتا ہے کہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خود اُٹھ کر پانی لائیں کسی سہیلی نے لاکر نہیں دیا۔

اعتراض عوام علی تقلید جامد کی تردید

بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگلے مولویوں نے کبھی ان رسموں کو نہ ٹوکا ساری نصیحت آج ہی کل کے مولویوں کے حصے میں آگئی اس کا جواب ایک تو میں پہلے دے چکا ہوں کہ نصیحت جب ہی دل میں پڑتی ہے کہ جب توجہ ہو ورنہ دیوار کو سنانا ہے۔ دوسرا یہ کہ ہمیں کچھ بحث نہیں مولویوں نے منع کیا ہو یا نہ کیا ہو جب حدیث میں موجود ہے تو آگے کچھ تحقیق کی ضرورت نہیں۔ نیز میں کہتا ہوں اگلے مولویوں نے بھی ضرور منع کیا فقہا نے عورتوں کو اُس مجمع میں جانے سے منع کیا ہے جس میں یہ مفاسد ہوں دیکھو ردّ المحتار میں لکھا ہے۔

یہ مسئلہ ایک طالب علم بھی بتا سکتا ہے مگر یہ ترکیب غضب کی ایجاد ہے کہ مفاسد کو مفاسد ہی نہ کہو موجودہ رسموں کو رسم ہی نہ کہو کہ اُن پر منع وارد ہو۔ یہ جہل مرکّب اور قلب کی موت ہے۔ کرنے کو جو چاہو کر گزرو مگر یہ یاد رکھو کہ گناہ کا گناہ ہونا تمھارے سمجھنے نہ سمجھنے پر موقوف نہیں۔ واقع میں جو اثر گناہ کا ہے وہ ضرور ظاہر ہوگا۔ اگر کوئی زہر کھالے اور دل میں خیال کرے کہ زہر نہیں شکر ہے تو کیا وہ شکر ہو جائے گا ہرگز نہیں۔ تھوڑی سی دیر میں مزہ دکھائے گا۔

جہل مرکب کا علاج بسیط سے اشد ہے

حق کو اختیار کرلو یا باطل کو۔ ایک طرف کا ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ غلطی میں پڑے رہو اور اُس کو غلطی نہ سمجھو۔ جو شخص غلطی میں مبتلا ہے مگر اُس کو غلطی سمجھتا ہے تو کبھی نہ کبھی یہ اُمید ہے کہ اُس کو چھوڑ دے گا۔ اور جو شخص غلطی کو غلطی ہی نہیں سمجھتا اُس سے کیا امید ہو سکتی ہے خود تو تنبّہ کیوں ہونے لگا۔ اگر کوئی اور بھی خبردار کرے تو جواب میں کہے گا واہ اس میں بھی کچھ بُرائی ہے جو میں چھوڑ دوں ایسا شخص ہمیشہ گناہ میں مبتلا رہے گا۔ موت کے وقت بھی توبہ نصیب ہونے کی کیا اُمید ہے غرض یہ خیال بالکل غلط سمجھو کہ موجودہ رسمیں رسمیں نہیں ہیں اور ساتھ ہی اس کے رسمیں چھوڑنے کی بھی ہمّت کرو اُن کو ہلکا نہ سمجھو یہ اُس اصل کی فرع ہیں جو تمام گناہوں کی حتّٰی کہ کفر و شرک کی بھی جڑ ہے۔

غیبت اور حسد وغیرہ رذائل بھی کبر سے پیدا ہوتے ہیں

یہ میں نے چند نظیریں کبر کی بطور مثال کے بیان کی ہیں اُن کو اور ہر اُس عمل کو جو کبر کی فرع ہو چھوڑ دو جیسے غیبت حسد وغیرہ۔ غیبت کوئی جب ہی کرتا ہے کہ جب اپنے آپ کو اُس سے اچھا سمجھتا ہے جس کی غیبت کرتا ہے۔ کسی مریض کو ہنستا وہی شخص ہے جو خود تندرست ہو اور اگر اپنے آپ کو اُس سے بھی زیادہ مریض پائے تو کہیں نہیں دیکھا ہوگا کہ وہ اپنے سے کم مریض کو ہنستا ہو۔ یہ اچھا سمجھنا ہی کبر ہے۔ علیٰ ہذا دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر جو آدمی جلتا ہے (جسے حسد کہتے ہیں) اُس کی بنا بھی اس پر ہے کہ اُس صاحب نعمت سے زیادہ اپنے آپ کو اُس نعمت کا اہل

سمجھتا ہے یہ بھی اپنے نفس کی بڑائی ہے جسے کبر کہتے ہیں۔ غرض اکثر گناہوں کو ٹٹولوگی تو بنا کبر ہی پر پاؤگی۔ لہٰذا سب کو چھوڑ دو حتیٰ کہ معاصی کی اصل ہی دل میں سے نکل جائے کیونکہ بڑائی کو حق تعالیٰ نے اپنے ساتھ مخصوص فرمایا ہے کسی دوسرے کا اس میں حصہ نہیں تو جو شخص کبر کو نہیں چھوڑتا وہ نہیں پہچانتا کہ یہ کس کا حق تھا اور کس کو دیتا ہے تو اس نے نہ نفس کا حق پہچانا نہ حق تعالیٰ کا اس سے بڑھ کر جاہل کون ہوگا یہ شخص معاصی سے کبھی چھوٹ نہیں سکتا جس گناہ میں بھی پڑجائے کم ہے کیونکہ معاصی کی جڑ اس کے دل میں موجود ہے ایک سے بچے گا دوسرے میں پڑجائے گا۔ اس واسطے حق تعالیٰ نے ایک ایسا علاج اس کا بتایا کہ جب اس کو مستحضر رکھا جائے تو نہ چھوٹا گناہ ہو نہ بڑا۔ وہ علاج یہ ہے کہ اپنی ایک صفت کو بیان فرمایا کہ جب خیال رکھوگی کہ یہ کسی دوسرے کے لئے کسی وقت اور کسی حالت میں ثابت نہ ہونے پائے تو گناہ تم سے خودبخود چھوٹتے جائیں گے۔ وہ صفت عظمت ہے وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ یہ اصل کل ہے تمام گناہوں سے حفاظت کی۔ اور جب صفتِ کبریا یعنی عظمت مختص ہوئی ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ تو نفس کے واسطے کیا رہ گیا تذلل یہ اصل ہے تمام عبادات کی تو جس شخص نے صفت کبریا کو مختص مان لیا حق تعالیٰ کے ساتھ اس نے حق تعالیٰ کا حق بھی پہچان لیا اور نفس کا بھی۔ اس سے بڑھ کر کوئی عالم یا محقق ہو سکتا ہے انہیں کی شان ہے وَأُولٰئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ یعنی عقلمند لوگ یہی ہیں۔ جب آدمی کے دل میں سے تمام گناہوں کی اصل نکل گئی اور تمام عبادات کی جم گئی۔ تو سبھی کچھ اس نے پالیا اس کو دن دونی رات چوگنی ترقی ہوگی۔ اس کے ساتھ اتنا اور سمجھ لو کہ یہ اصلِ کل بہت مختصر الفاظ میں سمجھائی گئی ہے مگر بعض اوقات بلا تفصیل کے اس پر عمل دشوار ہوتا ہے یعنی جب تک ہر ہر عمل کی نسبت معلوم نہ ہو کہ اس کا منشا تو کبر کس طرح ہے اس کا ترک آسان نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے سہل اور مفید تدبیر یہ ہے کہ کتابوں کا مطالعہ کیا جائے بلکہ کسی سے سبقاً سبقاً پڑھ لیا جائے اور جو کوئی پڑھ نہ سکے وہ کسی عالم سے وقتاً فوقتاً سن لیا کرے۔ واقعات کو پوچھتا رہے اور وعظ سنا کرے اور عورتوں کو خاص طور پر یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں ان کی ہانڈی چولہے کا ایک وقت ہے کتاب کے پڑھنے یا سننے کا بھی ایک وقت ہونا چاہئے لیکن افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ مستورات کو اس سے بالکل مس بھی نہیں مرد تو کبھی کوئی مسئلہ پوچھ بھی بیٹھتے ہیں مگر عورتوں کو نہ کبھی زبانی پچھواتے دیکھا نہ کوئی تحریر کسی کی آتی ہے (الا ماشاء اللہ) حالانکہ بعض مسائل عورتوں کے اس قدر

پیچیدہ ہیں کہ جواب دینا بھی ہر ایک کا کام نہیں مثلاً پاکی اور ناپاکی کے مسائل کہ فقہ کی تمام بحثوں
سے ادق بحث یہ مشہور ہے صورتیں مشکل سے مشکل پیش آتی ہیں مگر اس پر عمل ہے کہ نہ پڑھی نہ قضا
باریک
ہوئی۔ کچھ عورتیں تو شرم کے مارے نہیں پوچھتیں اور بعض جو کسی قدر پڑھی لکھی ہیں وہ کسی اردو کی
کتاب میں دیکھ کر جو اُلٹا سیدھا سمجھ میں آیا کر گذرتی ہیں۔ حیف کی بات ہے کہ اگر کوئی مرض شرم کا
ہوجاتا ہے تو اُس کے علاج میں یہ نہیں کرتیں کہ بلا سے جان جاتی رہے مگر شرم نہ جائے۔ علاج کیلئے
سوچ کر کوئی نہ کوئی تدبیر ایسی نکال لیتی ہیں کہ شرم بھی نہ جائے اور علاج بھی ہوجائے۔ بیبیو! کسی
مسئلہ کا تحقیق کرلینا تو آج کل کچھ بھی بات نہیں دو پیسے میں چاہے جہاں سے جواب منگالو اگر خود
نہ کرسکو اپنے خاوند کی معرفت پوچھوالو یا اور کسی بی بی کے ہاتھ سے لکھوا کر دریافت کرلو اگر نہ خود
لکھ سکو نہ شوہر موجود ہو۔ مگر بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ جب ہو کہ جب دین کا خیال ہو۔ اس غفلت کو
چھوڑو اور دین کو دُنیا سے بھی زیادہ ضروری سمجھو۔ دُنیا ختم ہوجائے گی اور آخرت ختم نہ ہوگی۔ جو طریقہ
میں نے بیان کیا اِس سے بہت کچھ فائدہ ہوسکتا ہے۔ گھر میں جب مسائل کا تذکرہ ہوگا بچوں کے
کان میں پڑیں گے اور ساری عمر اُن کو یاد رہیں گے۔ جو لوگ تمھارے تابع ہیں اُن کی اصلاح ہوگی
اُن کی اصلاح بھی تمھارے ذمہ ضروری ہے۔ حدیث میں ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن
رعیتہ یعنی ہر بڑے کو چھوٹے کے لئے حضور نے محافظ فرمایا کہ ہر ہر شخص کچھ نہ کچھ ذمہ دار
ہے اور اُس کی جوابدہی اُس کے ذمہ ہے اگر نوکرنی تمھاری نماز نہیں پڑھتی ہے تو وہ گنہگار ہے ہی
مگر تم بھی اُس کے ساتھ گنہگار ہو اور جواب دینا ہوگا کہ اُسے نماز کیوں نہیں سکھائی تھی۔ بعض لوگوں
نے اِس کا جواب یہی اختیار کرلیا ہے کہ ہم نے تو بہتیری تاکید کی مگر وہ نماز پڑھتی ہی نہیں۔ کیوں بیبیو اگر
کھانے میں وہ نمک کم و بیش کردے تو تم کیا کرتی ہو کیا ایک دو دفعہ سمجھا کر کہ نیک بخت نمک ٹھیک
رکھا کر خاموش ہو رہتی ہو اور پھر نمک ویسا ہی کھالیتی ہو جیسا اُس نے ڈال دیا ہو۔ یہ تو کبھی بھی
نہ کروگی چاہے نوکرنی رہے یا نہ رہے اُسے سمجھاؤگی پھر مارو بیٹوگی اگر کسی طرح نہ مانے گی تو نکال
باہر کروگی۔ بیبیو! دین کا اِتنا بھی خیال نہیں جتنا نمک کا جو نماز کے مقابلے میں بالکل غیر ضروری
چیز ہے۔ دین کا خود بھی خیال کرو اور جن پر تمھارا قابو چل سکتا ہے اُن کو بھی دیندار بناؤ تمھاری
کوشش سے جو کوئی دیندار بنے گا تمھیں بھی اُسی کے برابر ثواب ملے گا۔ اِس کا طریقہ وہی ہے
جو میں نے بیان کیا کہ جہاں دُنیا کے دس کاموں کا وقت ہے ایک دین کے کام کا بھی وقت نکال
لو۔ جو بی بی خود کتاب پڑھ سکیں وہ کتابوں کو دیکھ کر اپنی اصلاح کریں اور جو خود نہ پڑھ سکیں کسی

اپنے رشتہ دار سے پڑھوا کر سُنیں عُلمار سے وعظ اپنے مکانوں میں کہلوایا کریں جو واقعات پیش آیا کریں اُن کی پوچھ پاچھ کیا کریں۔ علمار سے اُن کی بی بی کی معرفت یا خط کے ذریعے سے جواب منگا لیا کریں اس سے دین میں ایسی بصیرت پیدا ہو جائے گی کہ رفتہ رفتہ ہر ہر عمل کی نسبت معلوم ہو جائے گا۔ جب کسی چیز کی بُرائی معلوم ہو جاتی ہے تو کبھی نہ کبھی تو دل میں اُس سے بچنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہی ہے۔ اس صورت میں اگر ذرا سی بھی ہمت سے کام لو گی تو دن دونی رات چوگنی ترقی ہوگی۔ اور اسی میں شدہ شدہ تمام مفاسد کی جڑ یعنی کبر بھی قلب سے نکل جائے گا۔
اسی کو حق تعالیٰ نے اِس آیت میں بیان فرمایا ہے گویا تمام مفاسد کا علاج بتا دیا کہ اِس ایک صفت کو حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص مان لو۔ یہ صفت کسی اور کے لئے نہیں ہو سکتی وہ صفت کبریا ہے یہ ایک جڑ ہے جس کے ہزاروں شعبے ہیں اجمالاً نہیں بلکہ تفصیلاً اِس کے تمام شعبوں کو حق تعالیٰ کے ساتھ خاص کر دو۔ اور میں یہ نہیں کہتا کہ سب کی سب متبحر مولوی بن جاؤ بلکہ جہاں تک موقع ملے غفلت نہ کرو جیسا روپیہ اور زیور کے جمع کرنے کا سب کو شوق ہے یہ یقینی بات ہے کہ تمام بیبیاں اپنا دل بھر کے زیور اور روپیہ نہیں پا سکتیں مگر غریب ہے تو امیر ہے تو ہر بی بی کو کوشش ضرور ہے کہ زیور اور روپیہ مل جاوے۔ جتنی کوشش سے ایک مقدار روپیہ کی مل سکتی ہے اُتنی کوشش سے بلکہ اُس سے کم سے دین کی بہت بڑی مقدار مل سکتی ہے۔ ہمت نہ ہارو کچھ نہ کچھ ہو ہی رہے گا۔ تم ایک حصّہ کماؤ گی تو خدائے تعالیٰ کی طرف سے دس حصّے مرحمت ہوں گے۔ آگے اِس مضمون کو حق تعالیٰ نے وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ سے مؤکد کیا اُن لوگوں کے چونکانے کے لئے جو اِس مفسدے سے کسی طرح بچتے ہی نہیں اور اپنے عیب پر اُن کی نظر پڑتی ہی نہیں جب اُن کو سمجھانے اور اُن کی بھلائی سوجھانے سے اثر نہیں ہوتا تو فرماتے ہیں میں عزیز یعنی غالب بھی ہوں اگر تم کہنا نہ مانو گے تو میرے ہاتھ سے کہیں جا نہیں سکتے جیسی چاہوں سزا دوں گا۔
اور اگر کسی بُرے عمل پر فوراً سزا نہ ملے تو مطمئن مت ہو جاؤ میں حکیم بھی ہوں کسی مصلحت سے مہلت دیتا ہوں۔ بعض لوگ رشوت لیتے ہیں اور کہتے ہیں ہیں تو رشوت سزاوار ہے۔ صاحبو! اس دھوکے میں نہ رہو خدا کے غضب کو مت بھولو۔ اوّل تو دُنیا ہی میں سزا ملے گی اور اگر دُنیا میں کسی حکمت اور مصلحت سے ٹل ہی گئی تو آخرت تو دار الجزا ہے ہی وہاں کی سزائیں اور زیادہ سخت ہیں وہاں کی سزا سے تو دُنیا ہی کی سزا بھگت لینا اچھا

ہے۔ وہاں کے اہوال و آفات کو سوچتے رہنا چاہیے تصریح موجود ہے۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ط یعنی چاہیے کہ خیال رکھے ہر شخص کہ اس نے کل کے لئے کیا سامان کیا ہے اور اسی کے یاد دلانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ زُوْرُوا الْقُبُوْرَ وَاَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ۔ یعنی قبروں پر جایا کرو اور لذتوں کو مٹانے والی چیز یعنی موت کو بہت یاد کیا کرو۔

(اس سے عورتیں یہ فتوے نہ نکال لیں کہ قبرستان میں جانا جائز ہے عورتوں کے پردے سے نکلنے میں بہت سی خرابیاں ہیں بلکہ مراد تذکر آخرت و قیامت ہے جس طرح بھی ہو کسی معتبر کتاب میں قیامت کے حالات پڑھیں یا سنیں) اور یہ موت اور قیامت کی اجمالی حالت کافی نہیں کہ کوئی موت موت کی تسبیح پڑھا کرے بلکہ موت کو یاد رکھنا یہ ہے کہ جب کوئی کام کرے سوچ لے کہ بعد موت کے اس پر کوئی جواب دہی تو میرے ذمہ عائد نہ ہوگی۔ ہمیشہ اس کا خیال رکھو اور اگر کچھ کام قابل جوابدہی ہوگئے ہیں تو ان سے توبہ کرو۔ اور برابر توبہ کرتی رہو اب دعا کرو کہ خدا تعالیٰ اس کی توفیق دیں

تمت بالخیر